عبدالاحد آزاد: شاعرِ انسانیت

ڈاکٹر خواجہ زاہد عزیز
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ کشمیریات، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

ABDUL AHAD AZAD: A HUMANITARIAN POET

Khawja Zahid Aziz, PhD
Assistant Professor of Kashmiryat
Department of Kashmiryat, University of the Punjab, Lahore

Abstract

Abdul Ahad Azad was a protagonist of humanity. He was the poet of revolutionary era of Kashmir. His poetry is based on revolutionary ideas which actually portray the nature. His poetry is full of Islamic mysticism, passion, incurable malady and characterization. His poems are the symbol of liberty. He dislikes political servitude, social injustice, economic backwardness and mutual enmity. He promotes equality, unity and love in his poetry. He is considered the noted poet of Kashmir. This article covers his life and poetic endeavors.

Keywords:
Kashmir, Freedom Movement, Budgam, Taswwuff, Allama Iqbal, Subcontinent, Tenison, Wordsworth, P.B. Shelley

کشمیر دنیا کے جمیل ترین خطوں میں سے ہے۔کشمیری صرف خوش شکل ہی نہیں، خوش فکر اور خوش اندیش بھی ہیں۔وہ جس فضا میں سانس لیتے ہیں اُس کا ہر ذرہ اپنے اندر حسن و رعنائی کے کئی جہاں آراستہ کیے ہوئے ہے۔مُغل بادشاہ جہانگیر سے لے کر ایک عام چرواہے تک ہر شخص کشمیر کو زمین پر اُترا ہوا فردوس خیال کرتا ہے۔مادی دنیا کے اس فردوس نے لاکھوں انسانوں کو اپنے بے پناہ حسن سے متاثر کیا۔اسی حسین ماحول اور پُر کیف فضا میں کشمیری شاعری نے بھی جنم لیا۔کشمیری زبان کی ابتدائی شاعری میں خدا کی وحدانیت،فکر کی آزادی اور رُوح کی نجات کا عکس دکھائی دیتا ہے جب کہ سترھویں صدی عیسوی کی شاعری میں محبت اور مُسرت کے مضامین نظر آتے ہیں۔بیسویں صدی کے نصف اول میں رزمیہ، پرخروش اور آزادی پسند افکار و تصورات نمایاں ہیں۔

شاعر انسانیت،عبدالاحد آزاد،کشمیر کے انتہائی نازک اور انقلابی دور کے شاعر ہیں۔آپ کی شاعری نے جب شباب کی دہلیز پر قدم رکھا تو اس وقت تحریک آزادیِ کشمیر اپنے عروج پر تھی۔درحقیقت یہ کشمیری مسلمانوں کی بیداری کا عہد تھا۔کشمیری عوام سیاسی شعور سے آگاہی حاصل کر چکے تھے۔کشمیر کی مسلم آبادی اپنے ابتر حالات کی وجہ سے نالاں تھی۔بالخصوص کشمیر کا پڑھا لکھا طبقہ مناسب روزگار نہ ملنے کی وجہ سے تنگ تھا۔تجارتی میدان میں معاشی زوال کے باعث مزدور اور چھوٹا طبقہ پریشان حال تھے۔۱۹۳۰ء سے ۱۹۴۰ء کا عشرہ تحریک آزادی کشمیر کا نہایت ہی جاندار اور اہم دور تصور کیا جاتا ہے۔(۱) ۱۹۳۱ء کے سانحات نے جہاں نوجوانانِ کشمیر کو حریت کی راہ پر چلنے کے لیے نیا ولولہ، جوش اور صحیح سمت سجھائی تو اس کے ساتھ ساتھ شاعروں اور ادیبوں کے حساس دلوں کو بھی متاثر کرنا شروع کیا۔اس طرح وہ انقلاب کی لے پر آزادی کے گیت گانے لگے۔

کشمیر جدید کے سب سے بڑے شاعر اور ثقافتی نشاۃ ثانیہ کے بطلِ عظیم عبدالاحد آزاد نے اپنی شاعری میں فنی اور شعوری بالیدگی کے واضح طور پر تین مراحل طے کیے ہیں۔پہلے دور میں ان کی شاعری میں قدیم شعری روایات کے تحت رومانیت کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔دوسرے دور میں جب وہ زندگی کی تلخیوں اور حقیقتوں سے دوچار ہوئے تو اس وقت انھوں نے قدرت کی صناعی

کو وسیلہ اظہار بنایا۔اس عہد میں غمِ دوراں غمِ جاناں سے باہم دست و گریباں نظر آتا ہے۔ تیسرے اور آخری دور میں ان کی شاعری شعور وادراک کی بلندیوں پر نظر آتی ہے۔ یہی وہ دور تھا جس میں انھوں نے نئے نئے تصورات کے ساتھ فلسفیانہ نظر سے انسانیت کی بہتری اور ترقی کی راہیں واضح کیں۔(۲)

کشمیر جنت نظیر کے خوب صورت شہر سری نگر سے جنوب مشرق کی جانب ۱۴ میل کے فاصلے پر حریت پسندوں کی سرزمین بڈگام کی تحصیل چاڈورہ کے ایک سرسبز گاؤں دانگر میں عبدالاحد آزاد ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوئے اور اپریل ۱۹۴۸ء تک خزاں اور جھاڑے کی خنک ہواؤں میں اپنے وطن کے ان چشموں کی تلاش میں سرگرم عمل رہے جن کے پانی میں جذبہ حریت بیدار کرنے کی تاثیر موجود تھی۔(۳)

عبدالاحد آزاد ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔آپ معاشی بدحالی کی وجہ سے اعلیٰ تعلیم حاصل نہ کر سکے لیکن قدرت نے آپ کو سخن فہمی، فکر لطیف اور شاعرانہ مزاج سے بچپن سے ہی ہم آہنگ کر دیا تھا۔یہی وجہ تھی کہ ادبیات خاص کر اردو زبان و ادب کے مطالعہ میں آزاد کی دل چسپی بڑھ گئی اور کشمیری گیت، مثنویوں اور شاعری سے اُن کا لگاؤ بڑھ گیا۔اُن کے والد محترم اس شوق کی تکمیل کے لیے کشمیری گیتوں اور مثنویوں کو پڑھوانے کی مشق آزاد سے کرواتے رہتے۔(۴)

آزاد عمر بھر فکرِ معاش سے آزاد نہ ہو سکے۔وہ مرتے دم تک سرکاری محکمہ تعلیم میں ایک استاد تھے لیکن اس غربت نے اُن کے خیالات کی بلندی کو کبھی نیچے نہیں آنے دیا، بل کہ اس حالت میں بھی وہ سماج اور وطن کے انقلاب کی شان دار تصویریں دیکھتے رہے اور ان کو نظموں میں پیش کرتے رہے۔قدیم کشمیری شاعری کی روایات کی پیروی کرتے ہوئے انھوں نے اپنی زندگی کے ابتدائی حصہ میں عشقیہ غزلیں، گل و بلبل کی داستانیں، حمد و ثنا اور تصوف سے بھری نظمیں لکھیں لیکن ان میں بھی پرواز کی بلندی کی وہ جھلک موجود ہے، جو ان کی شاعری کا طرہ امتیاز ہے۔(۵) آزاد کی روحانی زندگی نے پہلی کروٹ اس وقت لی جب اُن کا اکلوتا بیٹا فوت ہوا۔یہ اُن دنوں کی بات

ہے جب وہ ترال میں سکول ماسٹر تھے اور ہر روز شاہ ہمدان کی زیارت میں کافی وقت عبادت میں گزارتے تھے۔اُس زمانہ میں اُن کا تخلص جانباز تھا۔ جب بار بار کی التجاؤں کے باوجود اُن کا لڑکا بیماری سے جانبر نہ ہو سکا تو اُن کے دل کو چوٹ لگی اور اپنا تخلص جانباز سے آزاد رکھا اور اس تخلص کے ساتھ ہی ان کی کشمیری شاعری میں ایک نیا موڑ آیا۔(٦) آزاد کو اپنے بیٹے کی جدائی سے انتہائی صدمہ پہنچا۔اُن کی شاعری میں بے قراری اور بے چینی نظر آتی ہے:

وچھ لالہ کم کم کھیلے میژہ وون وون
دوہہ اکہ یم سانی بدن سوَن تہ مزار آسے
راون لیس چھ آون تس کنہ قرار آسے
کیا زانہ دلک وودن لیس تازہ بہار آسے(٧)

ترجمہ: یہ دنیا ناپائیدار ہے۔دیکھ کیسی کیسی صورتیں اس خاک میں مل گئیں۔ کتنے لوگوں کے لخت جگر اس مٹی نے ہضم کر لیے۔ایک دن ہمارے بدن بھی ان ہی مزاروں میں شامل ہوں گے۔جس کا اپنا یار ہی بچھڑ جائے۔اس کو کہاں قرار ہوگا۔جس شخص کو تازہ بہار میسر ہو وہ اُجڑے ہوئے دل کی جلن کیا محسوس کرے گا۔

١٩٣١ء میں خوابیدہ کشمیر نے کروٹ لی اور شاعر کے ہم وطنوں نے آزادی کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیے تو آزاد اس حرکت اور جوش وخروش سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔خاص کر جب چند سالوں کے بعد اس تحریک میں حقیقی انقلاب پروری کے نشانات نمودار ہونے لگے تو شاعر کی حریت پسندانہ طبیعت بھی اُبھر آئی اور انھوں نے نہ صرف عوام کے دلی جذبات کو اُبھارا بل کہ قومی تحریک کی رہنمائی بھی کی۔آزاد نے اپنی شاعری غزل ہی سے شروع کی تھی۔جس میں سلاست، درد اور سوز وگداز ہے۔ان کی غزلوں کا ایک بڑا حصہ درد آشنا دل سے نکلی ہوئی صدا ہے:

کس بادہ پئی دادی کس ہا وہ دلی اخ
لیس ستی اوسُم وعدہ تمس چھم نہ وفائی(٨)

ترجمہ: اپنا دُکھ درد کس کو بتاؤں، کس کو سناؤں۔ اپنا حال دل اور کس کو دکھاؤں اپنے زخم دل۔
جس کے ساتھ میرا وعدہ تھا۔ وہی بے وفا نکلا۔

آزاد اسی شاعری کو حقیقی شاعری مانتے ہیں، جو لوگوں میں فکر اور شعور پیدا کر کے انقلاب کا درس دے۔ ان کے نزدیک سچی محبت وہی ہے جو عوام میں وہ غلا پن ختم کر کے ان کو سنجیدہ کاموں کے لیے متحد کرے۔ آزاد انسانیت کے علمبردار تھے۔ ان کی رائے میں انسانی زندگی کا مقصد صرف یہ ہے کہ انسان انسان بنا سیکھ جائے۔ اُن کی نگاہ میں اس انسان نے اپنی زندگی کا مقصد پا لیا جو بلا تمیز مذہب و ملت و رنگ و نسل تمام انسانوں کو ایک ہی نظر سے دیکھتا ہے۔ اُن سے محبت کرتا ہے۔ اُن کی مظلومیت کو مٹاتا ہے۔ خود بھی آزاد رہتا ہے اور ان کو بھی مکمل طور پر آزاد دیکھنا چاہتا ہے۔ اُن کی نظموں میں کوز (اتحاد و یگانگت)، لول (محبت)، درد (ہمدردی) اور آزادی انسانیت کی نشانیاں ہیں۔(۹)

آزاد کا فلسفہ ہے کہ انسان قدرت کی ایک پیداوار ہے۔ اس لیے سچا انسان بننے کے لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اس قدرت کے قانون کے مطابق اپنی زندگی گزاریں:

چأنی آکوچھ لولُک راز
چون صدا کوزچی آواز(۱۰)

ترجمہ: تمھاری پکار میں محبت کا راز ہے اور تمھاری صدا میں یگانگت کی آواز ہے۔

آزاد اس دور کے شاعر ہیں جب برصغیر میں علامہ اقبال کی شاعری نے انقلاب برپا کیا ہوا تھا۔ آزاد پر بھی علامہ اقبال کی شاعری کے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ علامہ اقبال کو چوں کہ کشمیر سے ایک خاص نسبت تھی، اس لیے اقبال کی شاعری سے بھی عبدالاحد آزاد نے اثر لیا۔ آزاد نے اپنی تمام نظموں کو اقبال ہی کے لہجے میں لکھا ہے۔ آزاد کی تحریر کردہ نظمیں انقلاب، شکوہ ابلیس، سرمایہ داری، دریاؤ اور شکوہ کشمیر کشمیری شاعری میں اقبال کی شاعری کی بازگشت لگتی ہیں۔(۱۱) آزاد کا شمار کشمیر کے بڑے شعرا میں ہوتا ہے۔ اُن کا مقابلہ دنیا کے بڑے بڑے

شاعروں سے بھی کیا جا سکتا ہے۔اگر چہ وہ انگریزی زبان سے بالکل ناواقف تھے لیکن انھوں نے اُردو کتب کے مطالعہ سے اس زبان کے شعرا کی نسبت تھوڑی بہت واقفیت حاصل کر لی تھی۔ انگریزی زبان کے شعرا میں سے آزاد کا مقابلہ تین شعرا ٹینی سن، ورڈز ورتھ اور شیلے سے کیا جا سکتا ہے۔(۱۲) ٹینی سن کی طرح آزاد بھی اخیر عمر تک عمل پر زور دیتے رہے۔آزاد اور ٹینی سن دونوں کی تعلیمات یہ تھیں کہ بیدار رہو جاؤ، بیکار مت رہو، آگے بڑھو۔

کوز یکساں چُھس ژہاراں لاداں پوت ماراں پان(۱۳)

ترجمہ: اپنے مقاصد (اتحاد، یکسانیت اور انقلاب) کو حاصل کرنے کے لیے میں جدھر بھی پہنچ سکتا ہوں، دوڑتا ہوں۔

ورڈز ورتھ قدرت کا پجاری تھا اور اس کی خوب صورتی پر فریفتہ بھی۔ یہ چیزیں آزاد کی نظموں میں بھی بکثرت ملتی ہیں:

چُھکھ ژہ بیتاب سیماب کی پاژھی لوکہ چاوکہ کُجا کی پاژھی
ہکہ یوان ہُکہ بزی بزی یے
روزی دماہ پاں ژادرِیے
دُورہِ ڈیوٹھم چون پرتو! نُورہ ژادر زن بہ ہوا
موختہ جالرن چُو نہ جری جری یے
روزی دماہ پاں ژادرِیے(۱۴)

ترجمہ: تو سیماب کی طرح بے تاب ہے یا بچپن کے ایک ولولے کی طرح۔تو تیزی سے آتا ہے۔جس طرح چشمے سے اُبھرتا پانی۔او آبشار، ایک لحہ کے لیے ٹھہر جا۔
میں نے دور سے تیرا پرتو دیکھا۔ میں سمجھا کہ نور کی ایک چادر ہوا پر پھیلی ہوئی ہے۔یا جیسے موتی کی جھالر میں نگینے اور ہیرے جڑے ہوئے ہوں۔او آبشار۔ایک لحہ کے لیے ٹھہر جا۔

انگریزی زبان کے مشہور شاعر شیلے کی طرح آزاد بھی قدرت کے مختلف مناظر میں ایک ہی طاقت پوشیدہ پاتا ہے:

ڈُم پرواز اوٗبرس راحتُک تاثیٖر بارانس
وُلم یم نیٖلی جامہ تہ لاجوردی جامہ اَسمانس
ٹُلان چھس ہول گگرایَن تہ شولان وُزہ ملس اندر
یوان چھُم زندگی ہُند سوز سفرن منزلن اندر (۱۵)

ترجمہ: میں نے ہی بادل کو چلنے کی قوت دی۔ میں نے ہی بارش میں راحت کی تاثیر بخشی۔ میں نے ہی یہ نیلے اور لاجوردی لباس آسمان کو پہنائے۔ میں ہی گرج میں شور پیدا کرتا ہوں اور میں ہی بجلی کو بھی چمک دیتا ہوں۔ مجھے زندگی کا لطف سفر کرنے اور منزلیں طے کرنے میں آتا ہے۔

آزاد کشمیر کو صحیح معنوں میں فردوس بریں مانتے ہیں کیوں کہ یہی وہ مقام ہے جہاں فطرت کی سحر کاریاں انسانی آنکھوں کے سامنے بے نقاب ہوتی ہیں۔ کشمیر دنیا کے تختے پر ایک باغ ہے جس میں ہمیشہ بہار رہتی ہے۔ اس پیارے وطن کی خوب صورتی اور دل کشی کو قائم رکھنے کے لیے آزاد اپنے ہم وطنوں کو اتحاد و اتفاق سے اس کی آزادی اور ترقی و خوش حالی کے لیے کوشاں رہنے پر زور دیتے ہیں:

سمتھ وطن وطن کرو
ترانہ وطن پرو
چُھ ساری گژھے خودا
سمتھ کرو گژھے صدا
منگوس نہ زاہنہ پڑن مُدعا
الگ الگ جُدا جُدا (۱۶)

ترجمہ: آؤ سب مل کر وطن کا ترانہ پڑھیں۔ہم سب کا ایک ہی اللہ ہے۔اسی سے یک زبان ہو کر اپنا مدعا طلب کریں اور اتحاد و اتفاق ہی ہماری کامیابی کی ضمانت ہے۔

آزاد کی شاعری میں انسانیت کا پیغام بھی ہے اور محنت کشوں کے حقوق کا ذکر بھی، حب وطنی بھی ہے اور غلامی کے خلاف جہاد کا درس بھی۔آزاد غلامی سے نفرت کرتے ہیں:

دلک ولولہ رادہ غولامی
دیما غس پھٹن دم نہ تھاوان غولامی
کمن دودہ باغن کمن پوشہ وارن
چھ زن واوٕ بردک براوان غولامی (۱۷)

ترجمہ: غلامی دل کے جذبے اور ولولے کو ختم کر دیتی ہے۔دماغ کو سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت سے محروم کر دیتی ہے۔کیسے کیسے خوب صورت اور سرسبز باغوں کو غلامی خزاں کی ہواؤں کی طرح اُجاڑ دیتی ہے۔

آزاد کی شاعری ایک انقلابی شاعری ہے جو فطرت کی صحیح معنوں میں عکاسی کرتی ہے۔

آزاد، کشمیری شاعری کے حالی یا سعدی سے کم نہیں تھے۔اُن کے پاس میر جیسا سوز، کیٹس جیسا درد دل اور حسن پرستی، شیلے جیسی خیال آفرینی اور تصویر کشی موجود تھی۔(۱۸) آزاد نے متعدد لاثانی اور لافانی نظمیں لکھی ہیں۔اُن میں جو مقام دریاؤ کو حاصل ہوا، شاید ہی کسی اور نظم کو حاصل ہو سکا۔اس نظم کا مقابلہ انگریزی زبان میں شاعر گرے کی (Gray's Elegy) سے کیا جا سکتا ہے۔گرے نے اپنی نظم گیارہ سال میں لکھی لیکن آزاد نے دریاؤ کو چند ہفتوں کے اندر مکمل کیا۔(۱۹) یہ نظم زبان، خیالات، تخیل اور فلسفہ کے لحاظ سے اتنی بلند پایہ ہے کہ اگر شاعر اپنی عمر میں اس کے سوا کچھ بھی نہ لکھتا تب بھی کشمیری ادب میں اس کا نام ہمیشہ کے لیے زندہ رہتا۔ملکی ترقی، اصلاح معاشرہ اور انقلابی قوتوں کی آبیاری آزاد کا دل پسند مشغلہ تھا لیکن ان کے لیے وہ وطن کے نوجوانوں پر ہی انحصار کرتے تھے کیوں کہ قوم کے نوجوان ہی اس میں بنیادی کردار ادا کر سکتے ہیں لیکن سب سے

پہلے وہ ان کی تعلیم وتربیت پر زور دیتے ہیں:

علم ستی ذانہ ہن پٹن خدا
علم ستی نیرہ چون مطلب و مدعا
تراو غفلت عقل و ہمت پارہ کر
علم پر دوتھ علم پر دوتھ علم پر(۴۰)

عبدالاحد آزاد، کشمیر کے قومی شاعر غلام احمد مہجور کے ہم عصر تھے۔ مہجور کی شخصیت نے انھیں بہت متاثر کیا۔ آپ مہجور کی تفصیلی سوانح لکھنے پر آمادہ ہوئے اور اس پر بہت کام بھی کیا لیکن کچھ عرصہ بعد انھوں نے اس کا دائرہ تمام کشمیری شعرا تک پھیلا دیا۔ ان شعرا کی زندگی اور کلام کی کھوج کے لیے کشمیر کے دور دراز دیہاتوں کا پیادہ سفر بھی کیا اور اس راہ میں حائل تمام رکاوٹوں اور مشکلات کا سامنا کر کے کشمیری شعر و ادب کی اولین تاریخ 'تاریخ ادبیات کشمیر' مرتب کی جوان کی زندگی میں طبع نہ ہوسکی۔ یہ اپنی نوعیت میں کشمیری ادب کی پہلی کتاب ہے اور اہمیت میں براؤن کی ہسٹری آف پرشین لٹریچر اور شبلی کی شعر العجم کے ہم پلہ کہی جاسکتی ہے۔ اس کتاب کو کشمیر اکادمی آف آرٹ اینڈ کلچر نے کشمیری زبان اور شاعری کے عنوان سے تین جلدوں مین شائع کیا ہے۔(۴۱) آزاد کو اس کتاب سے بے پناہ محبت تھی کیوں کہ اس کی تصنیف میں انھوں نے بے حد محنت، عرق ریزی اور تجسس سے کام لیا تھا اور روقت کے ساتھ کافی سرمایہ بھی اس پر صرف کیا تھا۔

آزاد کی بڑی خواہش یہ تھی کہ سیاسی غلامی، سماجی بے انصافی، اقتصادی پسماندگی، تمدنی گراوٹ اور باہمی دشمنی دور ہو اور ان کی جگہ مساوات، آزادی، ایکتا اور محبت لے لیں۔ وہ ایک نئے منصفانہ سماج کی تعمیر چاہتے تھے جس میں انسان صحیح معنوں میں انسان بن جائے۔ انھوں نے اپنی شاعری میں جا بجا اس تعمیر کے ذرائع صاف اور غیر مبہم الفاظ میں بتائے ہیں۔ اُن کی نگاہ میں وہی آدمی انقلاب پرست ہے جو آگے ہی کی طرف نظر رکھتا ہے۔ جس کو مُڑ مُڑ کر پیچھے کی طرف

دیکھنے کی عادت نہ ہو۔ جو احیائے تمدن و معاشرت کا حامی نہ ہو بل کہ انقلاب پرست ہو۔ آپ دریا کی روانی سے اپنے اس خیال کو درست قرار دیتے ہیں:

میہ عادت چُھے نہ پتھ پھیڑن مہ لُش کو بروشہ گئے نیژن
نہ چھِس گُل پان چھم شیژن نہ بلبل اول چھم پڑن
بُہ چھِس خوش پیچ و تابن انقلابن زلزلن اندر
یِوان چھم زندگی ہُند سوز سفرن منزلن اندر(۲۲)

ترجمہ: میری عادت پیچھے مُڑ کر واپس آنا نہیں۔ میں ہمیشہ آگے ہی جاتا ہوں۔ نہ میں گل ہوں کہ جسم کو سنبھال نہ سکوں نہ بلبل ہوں کہ اپنا گھونسلہ بناتا ہے۔ میں پیچ وخم اور انقلاب وزلزلوں میں خوش ہوتا ہوں۔ مجھے زندگی کا لطف سفر کرنے یا منزلیں طے کرنے میں ہی آتا ہے۔

آزاد اس دُنیا کو سب سے بڑا اور اصلی مدرسہ اور قدرت کو سب سے زیادہ سچی کتاب سمجھتے ہیں۔ اُن کی رائے میں حقیقت میں انسان وہی ہے جو قدرت کا بغور مطالعہ کرے۔ اس کے قوانین کو سمجھے اور پھر اُن پر عمل کرے۔ ایسے ہی لوگ کامیاب زندگی بسر کر سکتے ہیں اور جو شخص قانون قدرت کے خلاف چلتا ہے اسے ہمیشہ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ آزاد کے نزدیک تمام مذاہب اور کتابیں بیکار ہیں اگر ان کی تعلیم قانون اور قدرت کے مطابق نہیں۔ انسانیت کے تمام اوصاف آزاد نے قدرت کی کتاب میں ہی پڑھے تھے:

سوز کیا مِیُوٹھ چاُنِس سازِس
تگہ بوزِن محرم رازِس
چُھے میہ جگرِس گوشھاں تری ترپے
دوزی دماہ پان ژاو رَپے(۲۳)

ترجمہ: تیرے گانے میں کتنا سوز ہے۔ یہ وہی جان سکتے ہیں جو قانون قدرت کے رازوں سے

واقف ہوں۔ تیرا گانا میرے جگر کو ٹکڑے کر دیتا ہے۔ اے آبشار ایک لمحہ کے لیے ٹھہر جا۔

آزاد انسانوں کو انسانیت سکھاتے ہیں اور اُن کو گمراہی سے بچانا چاہتے ہیں۔ پسماندہ لوگ ایسے شاعر کو پسند کرتے ہیں جو ان کی پسماندگی کی تعریف کرے۔ آزاد اس چیز کو ناپسند کرتے ہیں۔ اس لیے انھیں بار بار ایسی باتیں کہنی پڑیں جو عوام کے جذبات، خیالات اور عقائد سے ٹکراتی ہیں لیکن وہ ایسا کرنے سے نہ ڈرتے تھے اور نہ جھجکتے، بل کہ وہ اپنی کڑوی باتوں کو میٹھی زبان میں ادا کرتے ہیں، جو ایک مرتبہ اُن کے پاک و بلند خیالات سمجھ جائے تو ان کی شاعری پر فریفتہ ہو جاتا ہے۔ درحقیقت کوئی انقلابی آزاد کی نظموں اور غزلوں کو کسی طرح نظر انداز نہیں کر سکتا، آزاد کو یقین کامل تھا کہ وہ دن بھی جلد آئے گا جب ان کا پیغام رنگ لائے گا۔ جب وطن میں آزادی، مساوات، گیان، اخوت، اتحاد اور ترقی و خوش حالی کا دور دورہ ہوگا اور ان کی روح پکار اُٹھے گی:

جہانس تنبہ لاوان میون دلبر جلوہ ہاوان دراوٗ
پھولان دل چھم ژلان جگرک حباب آہستہ آہستہ (۴۴)

ترجمہ: دُنیا کو للچاتا ہوا میرا دلبر اپنا جلوہ دکھاتا ہوا ظاہر ہو گیا۔ میرے دل کی کلی کھل رہی ہے۔
میرے جگر پر جو بوجھ تھا وہ آہستہ آہستہ دور ہو رہا ہے۔

کشمیر کے یہ انقلابی شاعر آزادی اور انقلاب کے ترانے سناتے سناتے بالآخر ۴ اپریل ۱۹۴۸ کو صرف ۴۵ سال کی عمر میں اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔

☆☆☆☆☆

حوالہ جات

(۱) مرزا شفیق حسین، کشمیری مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد، قومی ادارہ برائے تحقیق، تاریخ و ثقافت، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ص ۶

(۲) پریم ناتھ بزاز، (مترجم)، عبدالحمید نظامی، تاریخ جدوجہد آزادئ کشمیر، ویری ناگ پبلشرز، میرپور، آزاد کشمیر، ۱۹۹۲ء، ص ۳۵۸

(۳) پریم ناتھ بزاز، شاعر انسانیت، حالی پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۱۹۵۲ء، ص ۱۸
(۴) غلام محی الدین صوفی، کشیر، حصہ دوم، جامعہ پنجاب لاہور، ۱۹۴۸ء، ص ۴۹۷
(۵) پریم ناتھ بزاز، شاعر انسانیت، حالی پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۱۹۵۲ء، ص ۱۹
(۶) عبدالقادر سروری، کشمیر میں اردو، سرینگر، ۱۹۶۸ء، ص ۵۱۸
(۷) ڈاکٹر محمد یوسف بخاری، انتخاب کلام آزاد، شعبہ کشمیریات، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۱۸
(۸) ایضاً، ص ۱۷۷
(۹) پریم ناتھ بزاز، شاعر انسانیت، حالی پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۱۹۵۲ء، ص ۲۳
(۱۰) ڈاکٹر محمد یوسف بخاری، انتخاب کلام آزاد، شعبہ کشمیریات، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۸۹
(۱۱) ناجی منور، شفیع شوق، کاشر اَدبک تواریخ، شعبہ کشمیریات، کشمیر یونیورسٹی حضرت بل، سرینگر، ۱۹۹۲ء، ص ۲۵۶
(۱۲) پریم ناتھ بزاز، شاعر انسانیت، حالی پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۱۹۵۲ء، ص ۱۰۰
(۱۳) ڈاکٹر محمد یوسف بخاری، انتخاب کلام آزاد، شعبہ کشمیریات، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۶۷
(۱۴) ایضاً، ص ۸۸ (۱۵) ایضاً، ص ۱۱۰
(۱۶) ایضاً، ص ۷۹ (۱۷) ایضاً، ص ۱۷۲
(۱۸) ڈاکٹر سید محمد یوسف بخاری، کشمیری زبان و ادب کی مختصر تاریخ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء، ص ۷۹
(۱۹) پریم ناتھ بزاز، شاعر انسانیت، حالی پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۱۹۵۲ء، ص ۱۰۴
(۲۰) ڈاکٹر محمد یوسف بخاری، انتخاب کلام آزاد، شعبہ کشمیریات، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۷۵
(۲۱) ایضاً، ص ۲۳ (۲۲) ایضاً، ص ۱۰۸
(۲۳) ایضاً، ص ۸۷ (۲۴) ایضاً، ص ۲۱۷